وہ جوش جہاد اور جذبہ فداکاری اپنے اندر پیدا کرتے جس میں سالار غازی نے نہ صرف اپنا وطن۔ اور اپنے والدین ہی کو بلکہ اپنی ابھرتی ہوئی جوانی اور اپنی رگوں میں دوڑنے والے گرم خون کا آخری قطرہ بھی قربان کردیا ؎

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن ✤ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسلام اور موجودہ مسلمان

(از مولوی عبد الحمید صاحب متعلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

معزز ناظرین اصل مضمون بیان کرنے سے پہلے میں آپ کی خدمت میں اس امر کی معذرت پیش کردینی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اثنائے مضمون میں کسی جگہ میرے پائے بیان کو لغزش ہوجائے تو آپ لوگ مجھے معاف فرمائیں کیونکہ میں ایک نو آموز مضمون نگار ہوں تاہم جو کچھ اس مضمون کے متعلق جمع کرسکا ہوں وہ پیش خدمت ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے مسلمانوں کی حالت جسقدر تشویشناک ہورہی ہے اسی قدر یاس آفریں بھی ہے غربت و فلاکت کا رونا اقتصادی و معاشرتی کمزوریوں کا نوحہ فرقہ بندیوں و جماعت آرائیوں کا شکوہ ہمارے قومی نشان بن گئے ہیں ہم اپنی ہلاکت آفرینی کے مناظر دیکھتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے ہم اپنی تباہی و بربادی کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر رگ حمیت نہیں پھڑکتی ہاں کبھی کبھی جب خواب خود فراموشی سے چونکتے ہیں تو ایک ڈوبنے والے انسان کی طرح اِدہر اُدہر اپنے ہاتھ پاؤں مار کر اپنی ہستی کا ثبوت دے لیتے ہیں مگر یہ نقل و حرکت بھی ایک مدت قلیل کیلئے ہوتی ہے کہ جس کا اثر چشم زدن میں زائل ہوجاتا ہے وہ لوگ جو قوموں کے عروج و زوال ترقی و تنزل کیحالات سے بخوبی واقف ہیں۔ جنھوں نے تواریخ عالم کا نہ صرف سیاسی و تمدنی نظر سے مطالعہ کیا ہے بلکہ اس کے ایک ایک لفظ کو حقیقت بیں نظروں سے دیکھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ دنیا کی بیشمار قومیں اپنے اپنے وقت میں مدارج ترقی طے کرکے معراج کمال پر پہنچیں ان کے اقبال کا ستارہ بلند سے بلند جگہ پر چمکا ان کے عز و وقار کے پھریرے ساتویں آسمان پر لہرائے۔

مگر آخر انھیں زوال ہوا وہ اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکیں ان میں طرح طرح کی کمزوریاں پیدا ہوگئیں اور وہ قعر مذلت میں اس طرح گریں کہ ان کا نام صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ ہزارہا انسان دنیا میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جن کی ابتدائی زندگی غربت و افلاس میں گذری مگر آخر میں چلکر وہ بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوئے اور چاردانگ عالم میں اپنی شہرت و اولوالعزمی اور اپنی بے مثال شجاعت و دلیری اور حسن تدبر کے ڈنکے بجاتے ہوئے شاہی تخت پر بڑے تجمل و اقبال سے جلوہ فگن ہوئے لیکن چند ہی روز بعد گردش فلک نے ایسی پٹخنی دی کہ چاروں شانے چت زمین پر آرہے۔ یوں تو اس ذات قدیر کے دست قدرت میں ہے جسے چاہے عزت دیکر بڑھادے جسے چاہے گدائے بے نوا بناکر ذلیل و رسوا کردے مگر ؎

خدا نے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ✤ نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

کیونکہ یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ جب تک کوئی قوم اپنے متخیلہ ایمانی اور اپنی خصوصیات و امتیازات کا احترام کرتی ہے اور اس کی حفاظت میں ہر وقت سرگرم رہتی ہے اپنی مذہبی ملی آئین کا خیال رکھتی ہے اپنے اوضاع واطوار اور اوصاف وعادات پر سختی سے قائم رہتی ہے۔ اپنی زندگی کے ہر شعبہ کی اصلاح و ترقی پر نظر رکھتی ہے اور ہر کمزوری وخامی کے دور کرنے کیلئے پوری قوت اور غیر متزلزل عزم واستقلال سے آمادہ رہتی ہے اس وقت تک دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور وہ سب پر غالب آتی ہے اور زمانہ کو اس کے وجود ہی کا نہیں بلکہ اس کی طاقت و قوت اور عزت وعظمت کا بھی اعتراف کرنا پڑتا ہے لیکن جونہی وہ اس سے بے پرواہ ہوئی قوم میں زوال آنا شروع ہو گیا علوم وفنون اس کا ساتھ چھوڑ گئے جہالت عام ہو گئی اخلاق وعادات بگڑ گئے ان میں طرح طرح کے عیوب پیدا ہو گئے حکومت ہاتھ سے نکل گئی اور وہ غلامی کے عذاب میں ایسی مبتلا ہوئی کہ دولت کی جگہ افلاس اور عزت وعظمت کے بجائے اس پر ذلت وخواری مسلط ہو گئی غرض اس کی کوئی کل سیدھی نہ رہی یہانتک کہ جسمانی وعقلی اعتبار سے بھی ان میں انحطاط پیدا ہو گیا اور وہ اپنی ہی نظروں میں حقیر ہو گئی دوسری قوموں کی ہیبت اس کے دل میں بیٹھ گئی اور وہ مرعوب ہو کر غلامانہ زندگی بسر کرنے اور دوسری قوموں کی عبرت کیلئے زندہ رہنے پر مجبور ہو گئی۔ آج جس چیز کی وجہ سے مسلمانوں کی ہوا اکھڑ گئی ہے جس نے ہماری طاقت کو ملیا میٹ کر دیا ہے جس کی بدولت ہم دوسروں کے لئے عبرت وبصیرت کا سامان بن گئے ہیں جس کی بنا پر دوسری قوموں میں ہماری عزت نہیں رہی جس کی وجہ سے اغیار کو ہم پر شماتت کا موقعہ ملا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارا شیرازۂ اجتماع بالکل منتشر ہو چکا ہے۔ ہم میں کوئی ایک متحدہ غرض و مشترکہ جامعیت واحد اساس کار و بنیاد عمل نہیں رہی کہ جس کی حفاظت اور جس کا اعلاء پوری قوم کی غرض وغایت اور بنیاد اساس ہو ہم اسلامی وضع وآئین کو چھوڑ کر خدا کے کلموں سے منہ موڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایتوں اور فلاح وبہبود کے اس مکمل سامان کو جو ہمارے پاس موجود تھا گلدستہ طاق نسیاں بنا کر علم ودولت اعتبار وعزت سب کچھ کھو کر نفس پرستی کے نشہ میں چور ہو کر اس غلامی کی زندگی میں پہنچ گئے ہیں کہ ہمسایہ قومیں جب چاہتی ہیں کچل کر رکھ دیتی ہیں۔ اور ہم انکا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے ہم اسلاف کے کارنامے پر اتراتے ہیں مگر ویسا عمل نہیں کرتے۔

ہم پدرم سلطان بود کی رٹ لگاتے ہیں مگر ویسا بننے کی کوشش نہیں کرتے ہم قوموں کے مد و جزر کے اس ضابطہ کو بھول چکے ہیں کہ جو قومیں عزت کے بعد ذلت میں گرفتار ہوتی ہیں اور بلندی کے بعد پستی میں گرتی ہیں۔ ان کی حالتیں خواہ کتنی ہی پست کیوں نہ ہو جائیں جب وہ اپنی پرانی روش پر عمل پیرا ہوتی ہیں تو پھر ابھرتی ہیں اور ترقیاں کرتی ہیں ان کا گیا ہوا اقتدار واپس آجاتا ہے اقبال ان کے سروں پر سایہ کرتا ہے اور انھیں تازہ حیات بخشتا ہے غرض ہماری حالت یہ ہو چکی ہے کہ ہم بقول مولانا روم بلا ہاتھ پاؤں ہلائے لیلیٰ کے نام کا ورد کر کے دل ناصبور کو تسلی دے رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج اکثر مسلمانوں کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بالطبع

کاہل وسست ہیں ان کی تن آسانی اسلام کی تعلیم کا نتیجہ ہے مگر حقیقت میں نہ مسلمان بالطبع کاہل وسست ہیں نہ اسلام کی تعلیم نے انھیں ایسا بنا دیا ہے۔ بلکہ یہ تمام سکون وجمود جو ہماری رگ وپے میں سرایت کر گیا ہے صرف اس لئے ہے کہ ہم کسی خاص نظام کے ماتحت کام نہیں کرتے۔ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور اپنی اجتماعی قوتوں کا احساس کرنے کے بجائے دوسروں کا منہ دیکھ رہے ہیں اور انجام ومآل اور نفع ونقصان سے بے پروا ہو کر اس تشنۂ خون ودشمن جان حریف کے غلام ومعتقد بن گئے ہیں جو ہماری ہر تباہی کو کم سمجھتا اور زیادہ سے زیادہ بربادی کا متمنی رہتا ہے۔ ہم زمانہ کی روش کے برخلاف اپنے حوائج وضروریات کے متعلق کوئی لائحہ عمل یا صحیح نصب العین قائم نہیں کرتے۔ اور گرد وپیش کے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے کسی اندیشناک امر سے احتراز نہیں کرتے۔ اور ہر ڈگڈگی بجانیوالے کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ ہر "رہنما" کے پیچھے لگ جاتے ہیں پھر وہ جو تباہ کن راستہ بتائے اسی پر چلنے لگتے ہیں اور جب منزل مقصود نظر نہیں آتی تو ٹھہر جاتے ہیں اور دوسرا راستہ اختیار کر لیتے ہیں لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہم روز بروز صراط مستقیم سے بھٹکتے بھٹکتے کوسوں دور چلے جا رہے ہیں۔ برخلاف اس کے حریف قومیں ترقی کے میدان میں گامزن ہونے کیلئے سعی وعمل پر اتر آئی ہیں اور وہ اسپر اسقدر تُلی ہوئی ہیں کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں اگر کوئی شخص انکی چلتی ہوئی گاڑی میں روڑا اٹکانے کا خیال بھی کرتا ہے تو وہ اس کے گلے پر چھری پھیرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ مسلمان دیکھتے ہیں سنتے ہیں سمجھتے ہیں مگر طرح طرح کے عذر پیش کر کے خاموش ہو جاتے ہیں اور اپنے کو متوکل علی اللہ کہتے ہیں حالانکہ وہ توکل کے صحیح مفہوم اور اصلی معنوں سے بھی واقف نہیں توکل کے صحیح معنی تو یہ ہیں کہ انسان اپنی کوششوں کے نتائج اور واقعات عالم کے فیصلے کو خدا کے سپرد کر دے اسباب وعلل کے پردے اٹھ جائیں اور براہ راست ہر چیز خدا کے قبضۂ قدرت میں نظر آئے مگر توکل جن معنوں میں لیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا اور علائق دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کر لی جائے تنازع للبقا میں حصہ لینے سے اجتناب کیا جائے اور جھونپڑوں میں بیٹھکر محلوں کے خواب دیکھے جائیں اور اسی کو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے کافی سمجھا جائے بہر حال ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہماری حالت خواہ اختیاری ہو یا اضطراری خواہ اس کے باعث ہم ہوئے یا زمانہ کے واقعات جب تک ہم اسے بدل نہ لیں گے کسی طرح الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ غلام جب تک کہ غلام ہے بیشک حقیر وذلیل ہے خواہ وہ خود غلام بن گیا ہو۔ یا زبردستی اسے غلام بنا لیا گیا ہو۔ پس ہمیں چاہیئے کہ موجودہ سہل انگاری کو چھوڑ کر محبت وہمدردی۔ نیکی ونیک نیتی کی زندہ تصویر بنکر قومی ترقی وبہبودی کیلئے سر توڑ کوشش کریں دوسری قوموں کی حالت اور ان کی ترقیوں کے اسباب پر غور کریں۔ نہ اس لئے کہ ان کی پیروی ہمارے لئے خضر راہ کا کام دیگی، نہیں ہمیں تو اس کی ضرورت ہی نہیں اور نہ دنیا کی کوئی قوم ہمارے لئے شمع ہدایت بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے پاس جو نور ہدایت موجود ہے اس کے سامنے دنیا کی تمام ترقیوں کے آفتاب وماہتاب ماند ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ ہم ان کی حالت سے عبرت کا سبق لیکر اپنی فکر کریں اور ان مثالوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو دنیا کے سامنے ایسا نمونہ بنا کر پیش کریں جیسا ہم کو تاریخ ہمارے سامنے ہمارے گذشتہ بزرگوں کو نہایت ہی عزت واحترام سے پیش کر رہی ہے۔